Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal
Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal
Impact Factor 5.3
ISSN No. 2456-1665

آزادی سے قبل اردو شاعری میں مزاحمت کے اثرات کا تجزیاتی مطالعہ

(Impact of Resistance in Urdu Poetry in Pre Colonial India, A Brief Account)

تحریر : محمد حسین پڈر غلام احمد پڈر، گٹلی گنڈ ویری ناگ، اننت ناگ، جموں کشمیر، ریسرچ اسٹوڈنٹ، سن رائز یونیورسٹی، الور، راجستھان

ریسرچ گائیڈ: ڈاکٹر سید اصفیہ سید زکریا، اسوسی ایٹ پروفیسر، سن رائز یونیورسٹی، الور، راجستھان

Reasearch Scholar: MOHD HUSSAIN PADER GHULAM AHMED, SUNRISE UNIVERSITY, ALWAR, RAJ.

Add: Gutligund, Verinag, Anantnag,

JK Contact:(+91)9419007231 Email: SeatJK000@gmail.com

Research Guide: DR. SYED ASFIYA SYED ZAKRIYA, (Asso. Professor, DEPARTMENT OF URDU) SUNRISE UNIVERSITY, ALWAR, RAJASTHAN

یہ کہنا قطعی نامناسب ہوگا کہ زندگی کو ادب کا اہم جزو بنانے کے لیے باقاعدہ علی گڑھ کی تحریک اور ترقی پسند تحریک کو اہمیت حاصل رہی۔ ان تحریکوں نے ادب کو وقت اور حالات کے مد نظر حقیقی زندگی کا ترجمان بنانے، روزمرہ زندگی کی مہذب قدروں کا اظہار، قدامت پرستہ اور توہمات کے دھندلکوں سے نکال کر حقیقی زندگی کی سچائیوں سے سامنا کرنا سکھایا۔ تخیلات، ماورائیت، داخلیت کی جگہ واقعیت، خارجیت اور حقیقت نگاری کو اہمیت دی جس سے ادب میں وسعت اور ہمہ گیریت پیدا ہوئی۔

۱۸۵۷ء کانے نہ صرف سیاسی حیثیت سے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا بلکہ فکری لحاظ سے بھی انگریزی حکومت اور انگریزی تعلیم کے ساتھ مغربی افکار و اقدار کا جو سیلاب آیا اس نے ہندوستانی عوام کے طرز فکر، احساس اور طرز عمل کو بہت تیزی سے بدلنا شروع کر دیا۔

ادب کا رشتہ زندگی سے منسلک کرنے میں علی گڑھ تحریک کا اہم رول ضرور ہے۔ اسی تحریک کی بدولت ادب میں اجتماعی زندگی، خارجیت، واقعیت اور روزمرہ کے مسائل اور ان کے عقلی حل پیش کیے گئے۔ غرض زندگی کو اس تحریک کے ذرایہ ادب میں رونما کیا گیا، لیکن اس تحریک سے قبل بھی قدیم شعرا کے یہاں زندگی کی عکاسی موجود ہے۔ ہر چند ان میں مسائل کا ذکر ضرور ہے مگر زندگی کا کوئی واضح رجحان نہیں پایا جاتا۔ علیگڑھ تحریک سے قبل نظیر اکبرآبادی جیسا باکمال شاعر موجود ہے جس کی شاعری میں زندگی اپنی تمام رنگینیوں اور حقیقتوں کے ساتھ موجود ہے جسے بعد میں ادبی دانش وروں نے سب سے بڑا نظم نگار تسلیم کیا۔ نظیر کی شاعری اس کے عہد کی ایسی جیتی جاگتی مثال ہے جو اس زمانے کے دیگر فن کاروں کے یہاں مفقود ہے۔ نظیر پہلا شاعر تھا جس نے شاعری اور ادب کو عوام میں مقبول کیا۔ اس نے روزمرہ کا بیان اور حقیقی زندگی کی ایسی دلفریب اور دل کش تصویر میں پیش کی ہیں جس کی مثال پورے اردو ادب میں نایاب ہے نظیر کے یہاں اگرچہ زندگی ہے لیکن اس کے مسائل اور ان کے حل سے اسے کوئی سروکار نہیں ہے۔

۱۸۷۴ء لاہور میں محمد حسین آزاد نے ایک نئے قسم کے مشاعرے کی بنیاد رکھی تھی جس میں شعرا سے عنوانات کے تحت نظمیں لکھوائی گئیں۔اس نئے مشاعرے میں حالی اور آزاد شریک تھے اردو غزل بھی اس تحریک کے اثر سے آزاد نہ رہ سکی۔غزل میں جو روایتی عشقی مضامین کی بہتات ہوا کرتی تھی،ان کی جگہ اصلاحی جذبہ اخلاقی نثر اور حالات حاضرہ کا بیان غزل کے شعروں میں ہونے لگا۔اس معاملے میں بھی حالی کی غزلوں کو فوقیت اور اولیت حاصل رہی:

"حالی کی غزل ذاتی معاملات اور شخصی واردات سے آگے بڑھ کر اسلوب...،
کائنات،مسائل حیات،سماجی اصلاح،سیاسی،تاریخی و قومی مسائل اور فلاح
ملت کے موضوعات سے متعلق ہو گئی۔"۳۲

ادبی لحاظ سے سرسید تحریک کے زیر اثر نظم میں جو کام نہیں ہو سکا اس سے زیادہ نثر میں اہم کام ہوے۔کہا جا سکتا ہے،تحریک کا اہم حصہ ہے کیوں کہ اس تحریک کی حمایت اور مخالفت میں جو ادب لکھا گیا،اس سے اردو ادب نثری تحریروں سے مالامال ہوا۔علی گڑھ تحریک سے قبل اردو نثر کا دائرہ محدود تھا لیکن اس تحریک نے زور پکڑا تو اپنی بات کے اظہار اور مقاصد کی تبلیغ کے لیے ادیوں نے نثر میں خوب اظہار خیال کیا۔

اس تحریک سے وابستگی محسوس کرنے لگا،کیوں کہ اس تحریک کا اصل مقصد ہی اشتراکی اور عوامی انقلاب تھا،چندمی تحریک ملکی آزادی کی جدوجہد اور جمہوریت کی خیر خواہی کے لیے سرگرم رہی مگر جلد ہی اس تحریک کا اصل مقصد جو اشتراکی انقلاب تھا وہ سامنے آگیا۔ترقی پسند تحریک اجتماعیت کی قائل تھی،انفرادیت کی نہیں۔سردار جعفری لکھتے ہیں:

ترقی پسند تحریک کی دوسری بنیاد اجتماعیت تھی۔چوں کہ اشتراکیت فرد کی
حد اگانہ شخصیت کی قائل نہیں اس لیے شاعر کی انفرادیت اور ذاتی
احساس کی ادب میں گنجائش نہیں،اس لیے بھی کہ شاعر اپنی تخلیقات کے
لیے عوام ہی کے مرہون منت ہوتے ہیں۔جس زبان میں وہ تخلیق کرتے ہیں،وہ
اجتماع کی پیداوار ہوتی ہے۔جن تشبیہات و استعارات سے وہ اپنی تخلیق کو
سنوارتے ہیں وہ بھی ساری زندگی ہی سے ملتے ہیں اور موضوعات اور کردار بھی
عام زندگی ہی کے ہوتے ہیں۔یہاں تک کہ بحر میں بھی سماجی زندگی سے ہی ملتی
ہیں،اس لیے کہ بحروں کی بنیاد موسیقی پر اور موسیقی کی بنیاد سماجی زندگی کے ترنم اور۔۔
آہنگ پر ہے۔"1

اگرچہ کچھ نقادوں نے ادب کی انفرادیت کی بات بھی کہی ہے جن میں مجنوں گورکھپوری اہم ہیں:

"حسن کار کی شخصیت اگر اس کے کام میں نہیں جھلکتی ہے تو یہ شدید نقص ہے۔

آل احمد سرور نے بھی ادب کی انفرادیت کو اہمیت دی ہے ترقی پسند ادیبوں اور شاعروں کا رشتہ سیاست سے بھی بہت گہرا رہا۔ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ اپنے دور کی سیاست کو ادب نظر انداز نہیں کر سکتا ہے۔سیاسی اقتدار اور تنظیمیں بالائی طبقے کے ہاتھوں میں ہوتی ہیں تو عوامی طبقے میں جمود اور بے بھی پیدا ہونے لگتی ہے ادب اور سیاست کا رشتہ معمولی ہو جاتا ہے.عوام کے خفتہ جذبات کو برانگیختہ کرنے کا کام ایک اچھے ترقی پسند ادیب کی پہچان ہے۔
سجاد ظہیر کا خیال ہے

" اگر سرمایہ داروں کو مٹانے کے لیے وہ مزدوروں اور کسانوں

Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal
Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal
Impact Factor 5.3
ISSN No. 2456-1665

کے خفتہ جذبات کو جگانے میں کامیابی حاصل کرتا ہے تو یہ اس کی
شاعری کی کامیابی ہے جس مقصد کے لیے اس نے جانفشانی کی وہ
حاصل ہو گیا۔"2

آل احمد سرور کے لفظوں میں:

"ادب اور سیاست کی رفاقت کو زندگی کے لیے فال نیک سمجھا جا سکتا ہے مگر
ادیب ارباب سیاست کی مصلحتوں اور وقتی ضروریات کا پابند نہیں، وہ چوں کہ
ساری زندگی کا نباض اور ایک حکیمانہ تصور کا مالک سمجھا جاتا ہے اس لیے اسے
اس بات کا حق حاصل ہے کہ آئے دن کے سیاسی احکام کے خلاف سوچے سمجھے
اور لکھے۔"3

چوں کہ ترقی پسند تحریک سے وابستہ ادیبوں کی تخلیقات میں عوام کی خیر خواہی کا جذبہ کارفرما تھا اور عوامی زندگی کا بیان ہی ان کے یہاں اہمیت اختیار کیے ہوئے تھا۔ اس لیے انھوں نے شاعری کے مواد کے لیے بھی سماج اور اس کی حقیقتوں کا سہارا لیا۔ مواد کو اس قدر اہمیت دی گئی کہ فن اور ہیئت کے تقاضوں کو پس پشت ڈال دیا گیا۔

ہر چند جوش کی انقلابی آواز، بلند آہنگی اور گھن گرج اردو کو اتنی اچھی شاعری نہیں دے سکی مگر ترقی پسندوں کے مطالبے اور ان کے جذبات کی ترجمانی کے لیے جوش کے انداز و اسلوب نے سہارے کا کام کیا۔ احمد علی آرٹ کا ترقی پسند نظریہ سے متعلق رقم طراز ہیں:

"ابھی تک ہمارا ادب ایک ذاتی قسم کا رفت پسند، غیر حقیقی،
غیر تقلی معرفی ادب رہا ہے۔ حالات کو دیکھتے ہوئے
اس میں تلخ حقیقت نگاری پیدا ہوتا کہ وہ ہماری زندگی کے
مسئلوں کا منھ در منھ مقابلہ کر سکے ایک ایسا لٹریچر ہونا چاہیے
جو اپنی کشتی میں تکلیف دہ ہی کیوں نہ ہو جس میں سجاوٹ پر
کوئی زور نہ دیا جائے۔ نہ ترکیب پر نہ فارم پر، اس کے
بر خلاف اس کو چاہیے نفس مضمون کی سچائی پر زیادہ
زور دے اور زیادہ واضح اور عوامی ہو۔"4

ترقی پسند تحریک سے قبل اقبال نے اپنی شاعری میں زندگی کا رجائی نقطہ نظر پیش کیا ان کی شاعری میں ترقی پسند خیالات ملتے ہیں ہر چند ترقی پسند دانش وروں نے اقبال کے نقطہ نظر کو فاشزم کا پروپیگنڈا کہا لیکن واضح رہے کہ اقبال کی پوری شاعری ہی مقصد اور افادیت کی مثال ہے۔ مجاز کی نظم انقلاب میں دیکھیے۔

ختم ہو جانے کو ہے سرمایہ داری کا نظام•
رنگ لانے کو ہے مزدوروں کا جوش انتظام
گر پڑیں گے خوف سے ایوان عشرت کے ستون•
خون بن جائے گی شیشوں میں شراب لالہ گوں

خون کی بولے کے جنگل سے ہوائیں آئیں گی

• خون ہی خوں ہو گا نگاہیں جس طرف کو جائیں گی

جھونپڑوں میں خوں محل میں خوں

شبستانوں میں خوں، دیس میں خوں،

وادیوں میں خوں، بیابانوں میں خوں

اس طرح کے آتشیں نغمے جاں نثار اختر، وقار انبالوی، شباب ملیح آبادی وغیرہ کے یہاں بھی سنائی دیتے ہیں۔

غرض کہ ترقی پسند تحریک سے وابستہ ادیبوں نے ادب اور زندگی کو مضبوطی عطا کی اور اس تحریک سے منسلک جو رجحان پروان چڑھا اس نے ادب کو اچھے اور قلیل شعرا و ادبا دیے۔ مجاز جذبی، مجروح سلطان پوری جاں نثار اختر، ساحر لدھیانوی، سردار جعفری،، کیفی اعظمی، اور بعد میں احمد ندیم قاسمی شاد عارفی اور اختر الایمان، وغیرہ نے اپنے اسلوب اور لہجے سے اپنا منفرد مقام بنایا۔

حواشی.

1 جدید اردو نظم نظریہ و عمل، پروفیسر عقیل احمد صدیقی، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ ۲۰۱۲، ص:۱۸۱

2- جدیدیت کیا ہے ایک فلسفیانہ تجزیہ، یوسف جمال پاشا، جدیدیت اور ادب مرتبہ: آل احمد سرور، شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۶۹ ص:۳۱

3 - جدیدیت کے بنیادی تصورات، وحید اختر، جدیدیت اور ادب، مرتبہ: آل احمد سرور، شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۶۹ء، ص:۳۹

4 – بحوالہ خلیل الرحمن اعظمی اردو میں ترقی پسند ادبی تحریک ۔ سجاد ظہیر، نیا ادب اکتوبر ۱۹۴۰

5- ادب اور انقلاب، اختر حسین رائے پوری، ادارہ اشاعت اردو حیدر آباد ۱۹۴۳ء، ص:۲